ڈاکٹر طاھر سعید کے نام (۱۳)

ڈاکٹر حافظ محمد مقصود

"اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے"

(ربطِ مضمون کے لیے ملاحظہ فرمائیے حکمت قرآن، مارچ ۹۱ء)

ثانیاً عوام کی اسی نادانی اور جہالت سے بھرپور فائدہ اُٹھا کر سرمایہ داروں، وڈیروں اور جاگیرداروں نے اپنی دکانیں خُوب چمکائی ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے پنجۂ جبر نے اسمبلیوں اور پارلیمنٹ ہاؤسز کے پورے ڈھانچے کو اپنی گرفت میں لیا ہُوا ہے۔ اپنے اللّوں تللّوں اور رنگ رلیوں میں مشغول یہ لوگ عوام النّاس کے درد سے قطعاً نا آشنا ہیں۔ ایوانوں کے ممبر بننے کے لیے یہ سرمایہ دار حیلہ گر نہ صرف عوام بلکہ ان اسلامی سیاسی جماعتوں کے ساتھ بھی استحصالی ہتھکنڈے اپنا کر اور پختون، بلوچ، سندھی، پنجابی اور اس قسم کی دوسری نسلی و قومی اور تہذیبی و لسانی مُسکرات (نشے، جنون، دیوانگی) کے تُرپ کارڈ درمیان میں پھینک کر عوام النّاس کو "فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" (البقرہ: ۵۴) اور "اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ" (القصص: ۴) کے مصداق آپس میں بڑی بے دردی کے ساتھ بٹیروں کی طرح لڑا رہے ہیں۔ ان کی خواجگی (سرمایہ داری) کا سارا سر و سامان عوام کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے تیار ہوتا ہے۔

یہ وڈیرے لوگوں کو ورغلانے اور سبز باغ دکھانے کے لیے کبھی کبھی آپس میں اختلافات بھی ظاہر کر دیتے ہیں اور اخبارات میں ایک دوسرے کے خلاف شگوفے بھی چھوڑ دیتے ہیں، مگر یہ سب کچھ ع "یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری" کے مصداق ایک "نُورا کشتی" ہوتی ہے۔ لاکھوں اور کروڑوں روپے کے عوض ایوانوں اور اسمبلیوں کی ممبری خرید کر یہ لوگ اپنے مضبوط حلقے قائم کر چکے ہوتے ہیں۔ ظاہر بات ہے جو لوگ ایک خطیر رقم خرچ کر کے اسمبلیوں میں پہنچ جاتے ہیں وہ اپنے خرچ سے دُگنی رقم قومی خزانے سے ہڑپ کیے بغیر کیسے مطمئن ہو سکتے ہیں؟ اور اسلام اور قرآن

کا عَلَم بلند کر کے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی کیسے مار سکتے ہیں ؟ کیونکہ جہاں تک قرآن کا تعلّق ہے وہ تو ع " چیست قرآن خواجہ را پیغامِ مرگ "، کے مصداق اُن کی جاگیرداری اور سرمایہ داری کے لیے پیغامِ موت ہے۔ جبکہ یہی اسمبلیاں تو اُن کی آبائی تجارتی منڈیاں ہیں۔

یہ لوگ آخر کب گوارا کر سکتے ہیں کہ کوئی دوسرا مسلمان اسمبلی کے اندر اسلام کے نظامِ عدل و قسط کا غلغلہ بلند کرے کیونکہ اس تیشے کی ضرب کاری اُن کے رگِ گلو کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ پس یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ وڈیروں اور جاگیرداروں کی ایک ایسی دیرینہ اور مضبوط گرفت کو توڑ کر کوئی شخص یا گروہ اسمبلی کے ذریعے دین کا نفاذ کر سکے گا۔ مگر افسوس ہے کہ جماعتِ اسلامی اور دوسری اسلامی سیاسی جماعتیں "ع" ساقی کو تو اصرار ہے معلوم نہیں کیوں"، کے مصداق اپنے مؤقف سے بال برابر ہٹنے کو تیار نہیں اور کسی بھی "ناصحِ مُشفق" کی بار بار یاددہانی کے باوجود ان جماعتوں کے متوسّلین اسی کوچۂ رقیب میں سر کے بل جانے اور باطل سیاست کی اسی بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے سے نہیں چوکتے۔ اس چشمۂ حیواں کی اس تنگ دامانی اور ظلم و استبداد کے اس بحرِ ہلاکت کی قہرمانی پر اقبالؔ ان الفاظ میں نوحہ کناں ہے :

ے اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دارِ حیلہ گر
شاخِ آہُو پر رہی صدیوں تلک تیری برات!
دستِ دولت آفریں کو مزد یُوں ملتی رہی
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات
نسل، قومیّت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خواجگی نے خُوب چُن چُن کے بنائے مُسکرات

کٹ مَرا ناداں خیالی دیوتاؤں کے لیے !
سُکر کی لذّت میں تُو لُٹوا گیا نقدِ حیات

یا پھر یہ کہ :

ے ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام!
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تُو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
گرمیٔ گفتارِ اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اِک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری!
اِس سرابِ رنگ و بُو کو گلستاں سمجھا ہے تُو
آہ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تُو

اور پھر اس حقیقت کو مزید کھول کر اقبال کہتا ہے کہ :

ے خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سُلا دیتی ہے اُس کو حکمراں کی ساحری

ثالثاً ایک جمہوری نظام میں کسی فیصلے یا قانون کے پاس ہونے کا سارا دار و مدار رائے دہندگان کی گنتی اور تعداد پر ہے۔ اور اسی ضمن میں یہ کسی عالم یا جاہل کے مابین کوئی فرق و امتیاز نہیں کرتا۔ جمہوری طریقِ کار میں ایک طرف اسمبلی کے اندر اگر دس سکالرز اور دانشور ایک رائے رکھتے ہوں اور پچاس عامیوں کی رائے دوسری ہو تو جمہوریت کی رُو سے دس سکالروں کے منشا کے مطابق نہیں بلکہ پچاس عامیوں کی رائے پر مبنی قانون پاس ہوگا، کیونکہ عقل و فکر کے لحاظ سے وہ کتنے ہی کودن اور احمق ہی کیوں نہ ہوں مگر گنتی کے لحاظ سے وہ بہر حال زیادہ ہیں اور گنتی کی یہی زیادتی ہے جو فی الواقع جمہوریت کو مطلوب ہے۔ جمہوری طریقوں میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ جو شخص رائے دے رہا ہے وہ علمیت، معقولیت، صحتِ فکر، سلامتیٔ طبع اور اصابت رائے کے لحاظ سے کس مقام پر فائز ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ جمہوریت میں افراد کو محض گنا جاتا ہے تولا نہیں جاتا۔

(جاری ہے)